۴۱

تحریک جدید کے تیسرے سال کا یکم دسمبر ۱۹۳۶ء سے آغاز

(فرمودہ ۲۷ نومبر ۱۹۳۶ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

باوجود طبیعت کی ناسازی اور بخار کے میں نے آج جمعہ کا خطبہ اس لئے کہنے کا ارادہ کیا ہے کہ تا تحریک جدید کے سالِ سوم کی تحریک کا اعلان کرسکوں۔ آج سے دو سال پہلے جب میں نے تحریک جدید کی ابتدا کی تھی اُس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ تحریک آئندہ کیا رنگ اختیار کرنے والی ہے۔ شاید آج بھی لوگ اس کے نتائج سے ناواقف ہوں گے لیکن میں جانتا ہوں کہ درحقیقت یہ تحریک الٰہی تصرف کے ماتحت ہوئی تھی۔ ہماری جماعت ان سہولتوں کی وجہ سے جو مؤلّفۃ القلوب کے حق میں خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں اُس بیداری اور قربانی سے محروم ہوتی جارہی تھی جس کے بغیر کوئی روحانی قوم کامیاب نہیں ہوسکتی۔ درحقیقت ہمارے کام ایک منظّم انجمن کی صورت اختیار کرتے جارہے تھے جس کا کام لوگوں سے کچھ رقوم حاصل کرنا اور انہیں بعض تمدنی یا علمی ضرورتوں پر خرچ کرنا ہوتا ہے اور وہ اصل غرض یعنی اپنے دل کو خدا کی محبت میں فنا کردینا اور دنیا میں ہوتے ہوئے اُس سے جدا رہنا اور دنیا کماتے ہوئے دین میں ترقی کرنا اور بنی نوع انسان میں رہتے ہوئے خدا کے قریب رہنا اور جسمانی سانس لیتے ہوئے اپنے اوپر ایک موت وارد کرلینا اور اپنے قدم ہمیشہ اطاعت کیلئے بڑھاتے چلے جانا اِس کی طرف سے غفلت پیدا ہورہی تھی تب خدا نے چاہا کہ اُس کی رحمت اور اُس کا فضل زمین پر نازل ہو اور اِس کام میں زندگی پیدا کرے جسے خدا تعالیٰ

دنیا میں جاری کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح بچوں کے لباس سے بڑوں کے لباس کا فرق ہوتا ہے اسی طرح مؤلّفة القلوب والی حالت اور کامل حالت میں فرق ہوتا ہے۔ بچے کبھی ننگے بھی پھر لیتے ہیں اور کبھی کپڑے بھی پہن لیتے ہیں نہ ان کی ایک حالت کو لوگ سراہتے ہیں نہ ان کی دوسری حالت کو قابلِ ملامت قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح روحانیت کی ابتدائی حالتوں میں الٰہی جماعتوں کو کچھ سہولتیں دی جاتی ہیں یہاں تک کہ وقت آجاتا ہے کہ کمزور اور طاقتور میں امتیاز کیا جائے اور منافق اور مؤمن میں فرق کیا جائے تب خدا کی مشیّت ان سہولتوں کو واپس لے لیتی ہے اور دین اپنی کامل شان کے ساتھ دنیا میں قائم کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم تمام کمالات کی جامع کتاب ہے اور اس کا نازل کرنے والا کوئی بندہ نہیں بلکہ علّام الغیوب خدا ہے جس کے علم میں ہر شئے خواہ ماضی، خواہ حال، خواہ مستقبل، غرض کسی زمانہ سے بھی تعلق رکھتی ہو محفوظ ہے اس کیلئے ابد بھی وہی حیثیت رکھتا ہے جو ازل، نہ اس کیلئے کوئی گزشتہ زمانہ ہے نہ آئندہ ہے ہر چیز اس کی نظر کے سامنے حاضر ہے خواہ وہ ہو چکی اور گزر گئی اور خواہ وہ آئندہ ہونے والی اور پوشیدہ ہے۔ اس کیلئے کیا مشکل تھا کہ سارا کا سارا قرآن کریم ایک ہی وقت میں نازل فرما دیتا۔ اُسے نہ سوچنے کی ضرورت تھی نہ تدبر کی، نہ تصنیف میں اُس کا کوئی وقت صرف ہوتا تھا کہ اُس نے قرآن کریم کو آہستہ آہستہ تئیس ۲۳ سال کی مدت میں اُتارا؟ اس میں یہی حکمت تھی کہ آہستہ آہستہ تعلیم اترے اور ایمان کی پہلی حالتوں میں مؤمنوں پر یکدم بوجھ نہ پڑ جائے۔ دو دو چار چار آیتوں پر مؤمن عمل کرتے گئے جب ان کے عادی ہو گئے تو پھر اور آیتیں نازل ہو گئیں۔ حکم پر حکم، ہدایت پر ہدایت، فرمان پر فرمان نازل ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جب محمد ﷺ نے ایک وسیع مجمع میں حج کے ایام میں ایک اونٹنی پر سوار ہو کر دنیا کو یہ خوشخبری سنائی کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ [۱]۔ میں نے آج تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے گویا یہ اس امر کا اعلان تھا کہ مؤمنوں کے ایمان پختہ ہو گئے، ان کے روحانی جسم کی ہڈیاں مضبوط ہو گئیں اور کمر قوی ہو گئی تب خدا تعالیٰ نے اپنی امانت کا سارا بار انسان کی پیٹھ پر لاد دیا کیونکہ ایک لمبے امتحان کی زندگی میں سے گزر کر انسان نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ بوجھ جس کو اُٹھانے سے پہاڑ بھی لرزتے تھے وہ ظلوم وجھول بن کر اور عاشقانہ جوش کے ساتھ اس بوجھ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھا لینے کیلئے تیار ہو گیا تھا۔

شاید بعض لوگ خیال کریں کہ اس لمبے عرصہ میں قرآن کریم کے اترنے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہؤا کہ کئی صحابہؓ جو اخلاص میں زندہ رہنے والوں سے کم نہ تھے خدا کی راہ میں شہید ہو گئے اور کامل کتاب کے دیکھنے کا ان کو موقع نہ ملا اور شاید اس طرح ان کا ایمان نامکمل رہا۔ یہ اعتراض قرآن کریم میں بھی مذکور ہے شاید آج بھی بعض لوگوں کے دلوں میں یہی خیال پیدا ہو سو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایمانی تکمیل دو راہوں سے ہوتی ہے۔ ایک عمل کے کمال کے ساتھ اور ایک ایمان کے کمال کے ساتھ۔ جن لوگوں کو ایمانی کمال حاصل ہو جاتا ہے ان کیلئے عملی کمال ایک طبعی عمل ہو جاتا ہے اور وہ اس ایمانی کمال کے ماتحت اپنے اعمال کو بغیر خارجی تحریک کے آپ ہی آپ ایسے سانچے میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے اور اس کی قبولیت کو حاصل کرتا ہے۔ عملی تفصیلات درحقیقت کمزور انسانوں کی تقویت کیلئے ہوتی ہیں اور کامل انسان شکر گزاری کیلئے ان پر عمل کرتا ہے اور خدائی حکم کامل انسانوں سے اس لئے ان احکام پر عمل کرواتا ہے تا کمزور انسان ان کی نقل کر کے عمل نہ چھوڑیں۔ پس گو عملی تفصیلات جاری ہوتی ہیں کامل اور کمزور دونوں پر مگر ان کی اِجراء کی حکمتیں دونوں صورتوں میں مختلف ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو ایک موقع پر اِس طرف توجہ دلائی کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گزشتہ و آئندہ ذنوب کو معاف فرما دیا ہے آپ عبادت پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! اَفَلا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں [2]۔ یعنی لوگ تو عمل اِس لئے کرتے ہیں تا ان کی امداد سے کامل ہو جائیں اور میں عمل اس لئے کرتا ہوں کہ خدا نے جو مجھے کامل بنایا ہے تو اُس کا شکر ادا کروں۔ پس اس حدیث نے اعمال کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے خود قرآن کریم کی یہ آیت جسے حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا اور جو روحانی اندھوں کے نزدیک ہمیشہ قابلِ اعتراض رہی ہے اس کا یہی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی حصولِ کمال کیلئے عمل نہیں کرتا کیونکہ عملوں نے جو کچھ پیدا کرنا تھا وہ تو خدا نے خود ہی اُس کیلئے پیدا کر دیا اب وہ جو کچھ کرتا ہے اظہارِ شکر کے طور پر کرتا ہے۔

اِس مسئلہ کی وضاحت اس امر سے بھی ہو جاتی ہے کہ نبی، نبی پہلے بنتا اور شریعت پر بعد میں عمل کرتا ہے اور عام مؤمن عمل پہلے کرتا ہے اور روحانی درجے اسے بعد میں حاصل ہوتے ہیں

پس یہ اعتراض کہ وہ صحابہؓ جو اس عرصہ میں فوت ہو گئے کیا ان کے درجے کی تکمیل نہ ہوئی کیونکہ کامل شریعت ان کے زمانہ میں نہیں اُتری تھی اِس حقیقت سے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں دور ہو جاتا ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ وہ لوگ جو خدا کی راہ میں مارے گئے وہ کمال کو کمالِ ایمان سے حاصل کر چکے تھے اور ان کا دل شدتِ ایمان سے وہ سب کچھ حاصل کر چکا تھا جو تفصیلی احکام سے دوسروں نے حاصل کرنا تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو مُردہ کہنے سے روکا ہے اور انہیں دائمی زندہ قرار دیا ہے یعنی ان کی حالت وفات کے ساتھ ایک جگہ پر قائم نہیں ہو جاتی بلکہ ان کی تکمیل اسی طرح ہوتی چلی جاتی ہے جس طرح دنیا میں رہ کر عمل صالح کرنے والوں کی۔

غرض انسانی ترقی کیلئے خاص قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن انسانی کمزوری ابتداء میں بعض سہولتوں کی بھی طالب ہوتی ہے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ تکمیلِ شریعت ایک دن میں ہی نہیں کرتا بلکہ ایک لمبے عرصہ میں احکام کے سلسلہ کو ختم کرتا ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی حالت ہے جو اُن انبیاء کے زمانہ میں ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شریعت نازل کرتا ہے۔ جو انبیاء بغیر شریعت کے آتے ہیں اور جو پہلی کتابوں کی تکمیل کرتے ہیں یعنی ان کے مضامین کو دنیا میں قائم کرتے ہیں ان کی جماعتوں کی کمزوری کا اللہ تعالیٰ ایک اور طرح لحاظ کر لیتا ہے چونکہ شریعت تو پہلے سے مکمل ہوتی ہے احکام کے متعلق تو ان سے کوئی سہولت نہیں کی جاسکتی۔ پس مجاہدات اور قربانیوں میں ان سے سہولت کا معاملہ کیا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ ان پر بوجھ لادا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ دن آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے سامنے یہ شرط پیش کر دیتا ہے کہ یا کُلّی طور پر اپنے آپ کو میرے سپرد کر دو یا مجھ سے بالکل جُدا ہو جاؤ جس قدر مُہلت تمہارے لئے ضروری تھی وہ میں دے چکا اب میری رحمت اپنے فضلوں کی تکمیل کیلئے بے تاب ہو رہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمہیں چُن لوں اور اسی طرح چُن لوں جس طرح کہ تم سے ماسبق جماعت کو چنا جاتا تھا اور تمہارے دلوں کو اپنے غیر کی محبت سے صاف کر دوں خواہ وہ وطن کی محبت ہو، خواہ وہ اولاد کی محبت ہو، خواہ وہ بیویوں کی محبت ہو، خواہ وہ آسائش کی محبت ہو، خواہ وہ کھانے پینے کی محبت ہو، خواہ وہ پہننے کی محبت ہو، خواہ ماں باپ کی محبت ہو، خواہ عزت و رتبہ کی محبت ہو، خواہ مال کی محبت ہو، جو شخص

اس مطالبہ کو پورا کرتا ہے وہی خدا تعالیٰ کی برکتوں سے حصہ لیتا ہے اور دوسرا شخص جو کمزوری دکھاتا ہے اور شرطیں لگاتا ہے اسے خدا کی درگاہ سے باہر نکال دیا جاتا ہے کیونکہ اس کی پہلی روحانی حالت محض ایک نمونہ کے طور پر تھی۔ جس طرح ایک مٹھائی والا گاہک پیدا کرنے کیلئے تھوڑی تھوڑی مٹھائی لوگوں کو کھلاتا ہے اور اُس کے بعد امید کرتا ہے کہ لوگ اسے پیسے دے کر خریدیں گے اسی طرح ایسی جماعتوں کے ابتدائی فیوض اور ابتدائی مدارج بطور اس نمونہ کے ہوتے ہیں جو مٹھائی فروش گاہک کو چکھاتا ہے اور جسے پنجابی میں ''وَندگی'' کہتے ہیں۔ جو شخص ساری عمر اسی طرح نمونہ کی مٹھائی لے کر کھانا چاہے دکاندار کبھی اُسے قریب بھی آنے نہیں دیں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اُن اشخاص کو جو نمونہ دیکھ کر بھی چیز کی قیمت ادا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے دھتکار دیتا اور اپنی درگاہ سے نکال دیتا ہے۔

ہماری جماعت کے ہر فرد نے جس نے اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ احمدیت کو قبول کیا ہو اپنے نفس میں تجربہ کیا ہوگا کہ احمدیت کے قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس پر خاص فضل نازل فرمایا اور روحانیت کی بعض کھڑکیاں اُس کیلئے کھول دیں۔ تمام احمدیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ حالت ان کی وہ نمونہ تھی جو خدا تعالیٰ نے اس لئے ان کے سامنے پیش کیا تا انہیں روحانی عالَم کی قیمت معلوم ہو جائے اور وہ اس کی لذت سے آشنا ہو جائیں۔ اب اگر وہ چاہتے ہیں کہ مزا قائم رہے اور لذت بڑھے اور جس چیز کی لذت سے ان کی زبان آشنا ہوئی تھی اس سے ان کا معدہ بھی پُر ہو جائے اور وہاں سے خونِ صالح پیدا ہو کر ان کے دماغ اور ان کے دل اور ان کے تمام جوارح کو طاقت بخشے تو اِس کیلئے انہیں وہی قیمت ادا کرنی ہوگی جو ان سے پہلے لوگوں نے ادا کی اس کے بغیر کوئی راہ ان کیلئے کھلی نہیں۔

قربانی ہی ایک راہ ہے جس سے لوگ اپنے یار تک پہنچتے ہیں اور موت ہی وہ راستہ ہے جو ہمیں اپنے محبوب تک پہنچاتا ہے پس اس موت کیلئے تیار ہو جاؤ اور ان کے اعمال کو اختیار کرو جو انسان کو موت کیلئے تیار کرتے ہیں ہر کام کے کمال کیلئے ابتدائی مشق کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح کامل قربانی کیلئے نسبتاً چھوٹی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تحریک جدید کے پہلے دَور نے ان چھوٹی قربانیوں کی طرف جماعت کو بلایا ہے وہ جو ان چھوٹی قربانیوں پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوں

گے خدا تعالیٰ بڑی قربانیوں کیلئے توفیق عطا فرمائے گا اور وہ خدا کے برّے ہو جائیں گے جس طرح یسوعؑ اور موسیٰؑ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ اور اَور ہزاروں کامل بندے خدا کے برّے قرار پائے اور انہوں نے خدا کی محبت کی چھری کو خوشی سے اپنی گردن پر پھروالیا۔ دنیا کی تمام شوکتیں اُن کے پاؤں پر قربان ہیں، دنیا کی تمام عزتیں اُن کی خدمت پر قربان ہیں، دنیا کی تمام بادشاہتیں اُن کی غلامی پر قربان ہیں، وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا ہے۔ آج ایک زندہ اور باجبروت اور قاہر اور خبردار اور منتظم بادشاہ کو گالی دے کر ایک انسان سزا سے بچ سکتا ہے، اُس کی گرفت سے بھاگ سکتا ہے لیکن یہ لوگ جو انسانوں جیسے انسان تھے اوّل تو فقیری میں انہوں نے عمر گزاردی اور اگر بعض بادشاہ بھی ہوئے تو ان کی بادشاہتیں اپنی دُنیوی عظمت کے لحاظ سے بہت سے دُنیوی بادشاہوں سے کم تھیں لیکن آج جبکہ وہ منوں مٹی کے نیچے دفن ہوئے ہیں اور بعض کی نسلوں کا بھی کوئی پتہ نہیں ہے اور بعض کی اُمتیں بھی مٹ چکی ہیں کوئی زبردست سے زبردست بادشاہ بھی بے ادبی سے ان کا نام لے تو وہ ذلّت اور رُسوائی سے بچ نہیں سکتا کیونکہ خدا میں محو ہو جانے کی وجہ سے خدا کی بادشاہت میں ان کی بادشاہت شامل ہے اور جس طرح خدا کی بادشاہت کبھی فنا نہیں ہوتی اُن کی بادشاہت بھی کبھی فنا نہیں ہوسکتی۔

میں نے کہا تھا کہ یہ خدا کے برّے ہیں میں نے اِس سے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ جس طرح ایک بکری کا گوشت اُس کے ذبح ہو جانے کے بعد انسان کی غذا بن کر انسان ہو جاتا ہے اسی طرح لوگ خدا کے برّے بن کر قربان ہو جاتے ہیں وہ بھی خدا میں شامل ہو جاتے ہیں اور ابدی ازلی بادشاہت ان کو عطا کی جاتی ہے۔ شاید کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ ابدی بادشاہت تو سمجھ میں آسکتی ہے مگر ازلی بادشاہت انہیں کس طرح حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب وہ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور ان کو کوئی جانتا بھی نہ تھا تو انہیں بادشاہت کیونکر حاصل ہوئی۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میں خاتم النبین تھا جبکہ آدمؑ ابھی مٹی اور پانی میں ہی چھپا ہوا تھا[۳]۔ رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں یہی حکمت بیان فرمائی ہے کہ جو شخص خدا میں ہو جاتا ہے اُس کو ازلی بادشاہت بھی عطا ہو جاتی ہے اور اس کا ظاہری نشان یہ ہوتا ہے کہ اُس کے آباء واجداد کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ حفاظت ملتی چلی آتی ہے جس طرف

قرآن کریم میں تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ ؎ کے الفاظ سے اشارہ کیا گیا ہے (یہاں ساجد کے معنے سجدہ کرنے والے اور نیک کے نہیں ہیں بلکہ فرمانبردار اور مطیع کے ہیں) اور دنیا کا تمام کارخانہ اسی طرح چلایا جاتا ہے کہ جب وہ شخص آئے تو موافق حالات پاکر اس روحانی بادشاہت کو قائم کرے جس بادشاہت کو قائم کرنے کیلئے خدا تعالیٰ اُن کو مبعوث فرماتا ہے۔ جس طرح ایک معزز آدمی کے آنے سے پہلے شہر کو سجایا جاتا ہے، صفائیاں کی جاتی ہیں، چھڑکاؤ کئے جاتے ہیں، بڑے بڑے پھاٹک کھڑے کئے جاتے ہیں، مکانوں میں سفیدیاں کرائی جاتی ہیں، اِسی طرح ایسے کامل انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے صفائی اور چھڑکاؤ کا طریق جاری رکھا ہؤا ہے اسی وجہ سے جب وہ دنیا میں آتے ہیں تو وہ جو دنیا کی نگاہوں میں ناممکن ہوتا ہے ممکن ہو جاتا ہے۔ آخر آپ لوگوں کو سوچنا چاہیئے کہ وہ ہزاروں ہزار عیب اور لاکھوں لاکھ نقص جو انسانوں کے دلوں میں پیدا ہو رہے تھے اور وہ بے انتہاء زنگ جو ان کے دماغوں کو لگ رہا تھا اس کی موجودگی میں کس طرح خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو جو اَب لاکھوں کی تعداد میں ہیں اس تعلیم پر ایمان لانے کی توفیق بخشی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوئی تھی اور جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر قسم کی گرد سے پاک کرکے پھر جلا بخشی تھی۔ اِس کی یہی وجہ تھی کہ وہ علیم و خبیر خدا جو ہمیشہ سے جانتا ہے اور جانتا رہے گا کہ اِس زمانہ میں اس کا مسیح پیدا ہونے والا ہے وہ دنیا کے ذرّہ ذرّہ میں ایسی تحریک کر رہا تھا اُس وقت سے جب سے یہ دنیا پیدا کی گئی بے انتہاء سال اُس وقت سے پہلے جبکہ انسان پہلے پہل دنیا پر ظاہر ہؤا تھا کہ تمام دنیا میں ایسے تغیر پیدا ہوتے رہیں کہ کروڑوں اور اربوں سالوں کے بعد جس وقت اُس کا مسیح ظاہر ہو تو کچھ دل ایسے تیار ہوں جو فوراً یا قریب کے عرصہ میں اُس کی آواز پر لبیک کہیں اور اپنے دلوں کے برتنوں کو اُس کی تعلیم کا دودھ بھرنے کیلئے پیش کر دیں۔ پس مسیح موعود کی بادشاہت بھی جس طرح ازلی ہے اسی طرح ابدی ہے اور یہی حال باقی تمام انبیاء کا ہے۔ جو شخص اِس نکتے کو سمجھ لے وہی اِس حدیث کو سمجھ سکتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ختمِ نبوت کے متعلق بیان فرمائی ہے اور جس کا ذکر مَیں پہلے کر چکا ہوں۔ اس کے سِوا کوئی معنے کرکے دیکھ لو یا ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہو جائے گی یا آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی ہتک ہو جائے گی۔ یہی ایک معنے ہیں جو ایک طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرتے

ہیں تو دوسری طرف باقی انبیاء کی عظمت کو بھی قائم رکھتے ہیں۔

پس اے عزیزو! تمہارے لئے ازلی اور ابدی بادشاہت کے دروازے کھلے ہیں تم میں سے جس میں ہمت ہو اور جو موت کے دروازے میں سے گزر کر خدا میں محو ہونے کی طاقت رکھتا ہو اُسے خوش ہونا چاہئے کہ اُس کے لئے بھی وہی برکتیں اور وہی رحمتیں موجود ہیں جو اُس سے پہلے لوگوں کیلئے موجود تھیں۔ ضرورت صرف قربانی کی ہے اور تقویٰ کی ہے جس کا دوسرا نام محبتِ الٰہی ہے۔ جس دل میں خدا کی محبت آ گئی باقی سب تفصیلیں اس میں آ جاتی ہیں۔ جس طرح خدا تمام چیزوں کا جامع ہے یعنی ہر چیز اُس کے علم میں ہے اور ہر چیز اُس کے قبضہ میں ہے اور ہر چیز اُس کی قدرت میں ہے اسی طرح خدا کی محبت بھی جامع ہے اس میں بھی ہر چیز داخل ہوتی ہے یعنی تمام وہ روحانی ضرورتیں جو انسانی تکمیل کیلئے ضروری ہیں محبتِ الٰہی میں سے آپ ہی آپ نکلتی آتی ہیں۔ پس خدا کی محبت پیدا کرو اور محبت کا جو لازمی نتیجہ ہے یعنی قربانی اس کے آثار دکھاؤ تو تمہارے لئے بھی خدا کے فضل اُسی طرح ظاہر ہوں گے جس طرح آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کیلئے ظاہر ہوئے تھے۔

دنیا میں ایک طوفان بپا ہے لوگ خدا کو بھول گئے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئی ہے، وہ چمکتا ہؤا ستارہ جسے خدا نے دنیا کی ہدایت کیلئے پیدا کیا لوگوں کی آنکھوں میں نور پیدا کرنے کی بجائے سرِ دست تو حاسدوں کے دلوں میں ایک انگارہ بن کر جل رہا ہے یعنی خدا کا مسیح دنیا کی تضحیک اور اُس کے تمسخر کا مرکز بنا ہؤا ہے۔ ایک بہت بڑا کام ہے جو ہمارے سامنے ہے، ایک نئی دنیا کی تعمیر، ایک نئے آسمان اور زمین کی بنیاد، پس اپنی ہمتیں مضبوط کرو اور ارادے کی کمر کس لو اور اپنے اِرد گرد کے منافقوں کی طرف نگاہ مت ڈالو کہ مؤمن منافق کو کھینچتا ہے نہ کہ منافق مؤمن کو۔ جس دل میں ایمان ہوتا ہے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر اسے آگ میں بھی ڈال دیا جائے تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور فرماتے ہیں کہ یہ ادنیٰ درجے کا ایمان ہے [۵]۔

پس آج میں اجمالی طور پر تحریک جدید کے تمام مطالبات کی طرف جماعت کو پھر بُلاتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس پہلے درجہ کی آخری جماعت میں ہمارے دوست ایسے اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوں گے کہ خدا کے فضل ان پر بارش کی طرح نازل ہونے لگیں گے اور دشمنوں کے دل مایوسی سے

پُر ہو جائیں گے اور منافقوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ جائے گی۔ ابھی بہت سا کام ہم نے کرنا ہے اور یہ تو ابھی پہلا ہی قدم ہے اگر اِس قدم کے اُٹھانے میں جماعت نے کمزوری دکھائی تو خدا کے کام تو پھر بھی نہیں رُکیں گے لیکن دشمن کو مسیح موعودؑ پر طعن کرنے کا موقع مل جائے گا اور ہر وہ گالی اور ہر وہ دشنام اور ہر وہ طعنہ جو مسیح موعودؑ کو یا ان کے سلسلہ کو دیا جائے گا اُس کی ذمہ داری انہی لوگوں پر ہوگی جو اپنے عمل کی کمزوری سے دشمن کو یہ موقع مہیا کر کے دیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو آئندہ ہفتوں میں مَیں اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی پھر ایک دفعہ تفصیلی طور پر ان امور کی طرف توجہ دلاؤں گا سرِ دست میں نے اجمالاً سب امور کی طرف توجہ دلا دی ہے اور مالی حصۂ تحریک کو میں آج ہی خطبہ کے ساتھ شروع کر دیتا ہوں کیونکہ اس تحریک کیلئے دوستوں کو ہفتوں محنت کرنی پڑتی ہے اور بڑی مُہلت درکار ہوتی ہے۔ پس اگر اس میں تعویق کی گئی تو احباب کیلئے مشکلات پیدا ہوں گی۔ پس مَیں آج ہی اِس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ یکم دسمبر سے تحریک جدید کے مالی حصے کی قسط سوم کا زمانہ شروع ہو جائے گا اور میں دوستوں سے امید رکھتا ہوں کہ جہاں تک ان سے ہو سکے وہ پہلے سالوں سے بڑھ کر اِس میں حصہ لینے کی کوشش کریں کیونکہ مؤمن کا قدم پیچھے نہیں پڑتا بلکہ اسے جتنی قربانی پیش کرنی پڑتی ہے اتنا ہی وہ اخلاص میں آگے بڑھ جاتا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے ایک سال یا دو سال اِس قربانی کی توفیق پائی لیکن آج اُس کے دل میں انقباض پیدا ہو رہا ہے یا وہ اس بشاشت کو محسوس نہیں کرتا جو گزشتہ یا گزشتہ سے پیوستہ سال میں اس نے محسوس کی تھی اسے میرے سامنے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اپنے دوستوں کے سامنے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کے سامنے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اسے چاہئے کہ خلوت کے کسی گوشہ میں اپنے خدا کے سامنے اپنے ماتھے کو زمین پر رکھ دے اور جس قدر خلوص بھی اُس کے دل میں باقی رہ گیا ہو اُس کی مدد سے گریہ وزاری کرے یا کم از کم گریہ وزاری کی شکل بنائے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں جھک کر کہے کہ اے میرے خدا! لوگوں نے بیج بوئے اور ان کے پھل تیار ہونے لگے وہ خوش ہیں کہ ان کے اور ان کی نسلوں کے فائدے کیلئے روحانی باغ تیار ہو رہے ہیں پر اے میرے ربّ! میں دیکھتا ہوں جو بیج میں نے لگایا تھا اس میں سے تو روئیدگی بھی پیدا نہیں ہوئی نہ معلوم میرے کبر کا کوئی پرندہ کھا گیا، یا میری وحشت کا کوئی درندہ اسے پاؤں کے نیچے مسل گیا، یا

میری کوئی مخفی شامتِ اعمال ایک پتھر بن کر اس پر بیٹھ گئی اور اس میں سے کوئی روئیدگی نکلنے نہ دی۔ اے خدا! اب میں کیا کروں کہ جب میرے پاس کچھ تھا میں نے بے احتیاطی سے اُسے اِس طرح خرچ نہ کیا کہ نفع اُٹھاتا مگر آج تو میرا دل خالی ہے میرے گھر میں ایمان کا کوئی دانہ نہیں کہ میں بوؤں۔ اے خدا! میرے اسی ضائع شدہ بیج کو پھر مہیا کر دے اور میری کھوئی ہوئی متاعِ ایمان مجھے واپس عطا کر اور اگر میرا ایمان ضائع ہو چکا ہے تُو اپنے خزانے سے اور اپنے ہاتھ سے اپنے اِس دھتکارے ہوئے بندہ کو ایک رحمت کا بیج عطا فرما کہ میں اور میری نسلیں تیری رحمتوں سے محروم نہ رہ جائیں اور ہمارا قدم ہمارے سچی اور اعلیٰ قربانی کرنے والے بھائیوں کے مقام سے پیچھے ہٹ کر نہ پڑے بلکہ تیرے مقبول بندوں کے کندھوں کے ساتھ ہمارے کندھے ہوں۔ اے خدا! بہت ہیں جو اعمال کے زور سے تیرے فضل کو کھینچ لائے پر ہم کیا کریں کہ ہمارے اعمال بھی اُڑ گئے۔ کیا تیرا رحم، کیا تیرا بے انتہاء رحم غیرت میں نہ آئے گا اور ہم جیسے بندوں کو بے عمل ہی اپنے فضل کی چادر میں چھپا نہ لے گا۔

پس تم اس طرح خدا کے آگے زاری کرو تا کہ تمہارے دلوں کے زنگ دور ہو جائیں اور تمہاری مُردہ روح پھر زندہ ہو جائے اور تم کو پہلے سے بڑھ کر قربانیوں کی توفیق ملے اور تمہارے عمل کا نتیجہ پہلے سالوں سے بھی زیادہ دشمن کے لئے حسرت اور یاس کا موجب بنے۔ اگر تم سچے دل سے خدا کی طرف جھکو گے تو وہ یقیناً تمہارے دلوں کو کھول دے گا اور تم پر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ خدا اور اس کے دین کے لئے قربانیوں کے لئے میں تم کو بلاتا ہوں انہی میں اسلام کی بہتری ہے اور انہی میں اسلام کی شوکت ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ وہ اپنی قربان گاہ پر مسیحِ محمدی کے برّوں کی قربانی کرے اور ان کے خون کو اسلام کی خشک شدہ انگور کی بیل کی جڑ میں ڈالے تا کہ وہ پھر ہری ہو جائے اور پھر اس میں خدا کے فضل کے انگور لگنے لگ جائیں۔ اگر تم میں سے کسی نے انجیل پڑھی ہو تو اُس کو معلوم ہو گا کہ روحانی بادشاہت کو انگور کے باغوں سے تشبیہہ دی گئی ہے اور انگور کی ہی بیل ایک ایسی بیل ہوتی ہے جس کو سرسبز و شاداب کرنے کیلئے خون کی کھاد ڈالی جاتی ہے۔ پس اِس کی مثال میں اسی طرف اشارہ تھا کہ خدا کے دین کو تازہ کرنے کیلئے ہمیشہ انسانی قربانیوں کی ضرورت ہو گی اور انسانوں کے خون اِس باغ کی جڑوں میں گرا کر اُسے پھر زندہ اور شاداب کیا

جائے گا۔

پس اے دوستو! آؤ کہ ہماری جانیں اسلام کے مقابلہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتیں ہم میں سے ہر ایک شخص خواہ اُس کو مال مِلا ہے یا نہیں مِلا اپنی اپنی توفیق کے مطابق خدا کے سامنے اپنی قربانی پیش کر دے اور اِس قربانی کو پیش کرنے کے بعد ایک مُردے کی طرح الٰہی آستانہ پر گر جائے یہ کہتے ہوئے کہ اے میرے خدا! اے میرے خدا! میری اِس حقیر نذر کو قبول کر اور مجھے اپنے دروازے سے مت دُھتکار۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْنَ

(الفضل ۳؍ دسمبر ۱۹۳۶ء)

---

۱ المائدۃ: ۴

۲ بخاری کتاب التفسیر ۔ تفسیر سورۃ الفتح باب قولہ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا

۳ مسند احمد بن حنبل جلد۴ صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ بیروت ۱۳۱۳ھ

۴ الشعراء: ۲۲۰

۵ بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان